سود کے مباحث میں ایک ترمیم

ربا الفضل کی حقیقت اور اس کے احکام

اپنی تالیف "سود" میں جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے "سود کے متعلقات" کے زیرِ عنوان ربا الفضل کے متعلق جو بحث سپردِ قلم فرمائی تھی، اس پر موصوف نے نظربندی کے زمانے میں دوبارہ نگاہ ڈالی تو اس میں ترمیم کرنا ضروری معلوم ہوا۔ دراصل مولانا موصوف ملتان جیل میں احادیث کا تحقیقی مطالعہ فرما رہے تھے۔ اس مطالعہ کے دوران میں ربا الفضل کے بارے میں ان کے سامنے کچھ ایسی تصریحات آئیں کہ مولانا کو اپنی سابق رائے سے رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ اس موضوع پر جو بحث "سود" میں درج تھی اسے (صفحہ ۱۳۸ تا صفحہ ۱۵۰) آپ نے بالکل بدل دیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا باب کو ترمیم شدہ شکل میں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ربوٰ دراصل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو راس المال سے فائدہ اٹھانے کے لئے مہلت دے کر محض وقت کے معاوضہ میں وصول کی جاتی ہے۔ اصطلاحِ شرع میں اس کو "ربا النسیئہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ ربوٰ جو قرض کے معاملہ میں لیا اور دیا جائے۔ قرآن مجید میں اسی کو حرام کیا گیا ہے، اس کی حرمت پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اس میں کبھی کسی شک و شبہ کی راہ نہیں پائی ہے۔

لیکن شریعتِ اسلامی کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حرام کیا جاتا ہے، اس کی طرف جانے کے جتنے رستے ممکن ہیں ان سب کو بند کر دیا جاتا ہے، بلکہ اس کی طرف پیش قدمی کی ابتدا جس مقام سے ہوتی ہے وہیں روک لگا دی جاتی ہے تاکہ انسان اس کے قریب بھی نہ جانے پائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاعدے کو ایک لطیف مثال میں بیان فرمایا ہے۔ عرب کی اصطلاح میں حِمیٰ اس چراگاہ کو کہتے ہیں جو کسی شخص نے اپنے جانوروں کے لئے مخصوص کر لی ہو اور جس میں دوسروں کے لئے اپنے جانور چرانا ممنوع ہو۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہر بادشاہ کی ایک حمیٰ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمیٰ اس کے وہ حدود ہیں جن سے باہر

قدم نکالنے کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ جو جانور حمیٰ کے اردگرد چرتا پھرتا ہے، بعید نہیں کہ کسی وقت چرتے چرتے وہ حمیٰ کے حدود میں بھی داخل ہو جائے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی حمیٰ یعنی ان حدود کے اطراف میں چکر لگاتا رہتا ہے اس کے لئے ہر وقت یہ خطرہ ہے کہ کب اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ حرام میں مبتلا ہو جائے۔ لہٰذا جو امور حلال و حرام کے درمیان واسطہ ہیں ان سے بھی پرہیز لازم ہے تاکہ تمہارا دین محفوظ رہے۔"

یہی مصلحت ہے جس کو مدنظر رکھ کر شارع حکیم نے ہر ممنوع چیز کے اطراف میں حرمت اور کراہیت کی ایک مضبوط باڑھ لگا دی ہے اور ارتکاب ممنوعات کے ذرائع پر بھی اور ان کے قریب جانے کے لحاظ سے سخت یا نرم پابندیاں عاید کر دی ہیں۔

سود کے مسئلہ میں بھی ابتدائی حکم صرف یہ تھا کہ قرض کے معاملات میں جو سودی لین دین ہوتا ہے وہ قطعاً حرام ہے۔ چنانچہ اسامہ بن زید سے جو حدیث مروی ہے اس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ انما الربا فی النسیئة (وفی بعض الالفاظ لا ربا الا فی النسیئة) یعنی سود صرف قرض کے معاملات میں[1] ہے۔ لیکن بعد میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی اس حمیٰ کے اردگرد بندشیں لگانا ضروری سمجھا تاکہ لوگ اس کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں۔ اسی قبیل سے وہ فرمان نبوی ہے جس میں سود کھانے اور کھلانے کے ساتھ سود کی دستاویز لکھنے اور اس پر گواہی دینے کو بھی حرام کیا گیا ہے۔ اور اسی قبیل سے وہ احادیث ہیں جن میں ربوا الفضل کی تحریم کا حکم دیا گیا ہے۔

ربوا الفضل کا مفہوم: ربوا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دیا، کیونکہ اس سے زیادہ ستانی کا دروازہ کھلتا ہے

---

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس نے ابتداءً اسی حدیث کی بنا پر فتویٰ دیا تھا کہ سود صرف قرض کے معاملات میں ہے نقد میں نہیں ہے۔ لیکن جب بعد میں ان کو متواتر روایات سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے نقد معاملات میں بھی تفاضل کو منع فرمایا ہے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ حضرت جابر کی روایت ہے کہ رجع ابن عباس عن قوله فی الصرف وعن قوله فی المتعة۔ اسی طرح حاکم نے حیان العدوی کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بعد میں اپنے سابق فتوے پر توبہ و استغفار کی اور نہایت سختی کے ساتھ ربوا الفضل سے منع کرنے لگے۔

اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خواری ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے خود ہی اس مصلحت کو اس حدیث میں بیان فرما دیا ہے جس کو ابوسعید خدری نے بدیں الفاظ نقل کیا ہے کہ لا تبیعوا الدرھم بدرھمین فانی اخاف علیکم الرماء والرماء ھو الربا۔ یعنی ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم سود خواری میں مبتلا ہو جاؤ۔

ربا الفضل کے احکام: سود کی اس قسم کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام منقول ہیں ان کو یہاں لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

عن عبادۃؓ بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبُرّ بالبُرّ والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثلٍ سواءً بسواءٍ يداً بيدٍ فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيدٍ (احمد ومسلم وللنسائی وابن ماجه وابی داؤد نحوه وفی آخره) وامرنا ان نبیع البُرّ بالشعیر والشعیر بالبُرّ یداً بیدٍ کیف شئنا

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے اور گیہوں کا گیہوں سے اور جَو کا جَو سے اور کھجور کا کھجور سے اور نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہیے کہ جیسے کا تیسا اور برابر سرابر اور دست بدست ہو۔ البتہ اگر مختلف اصناف کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو جائے۔ (مسند احمد و صحیح مسلم۔ یہی حدیث نسائی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد میں بھی آئی ہے، اور اس کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے۔) اور آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گیہوں کا مبادلہ جَو سے اور جَو کا گیہوں سے دست بدست جس طرح چاہیں کریں۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبُرّ بالبُرّ والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثلٍ يداً بيدٍ فمن زاد

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گیہوں کا گیہوں سے، جَو کا جَو سے، کھجور کا کھجور سے، نمک کا نمک سے جیسے کا تیسا اور دست بدست ہونا

استزاد فقد اربیٰ الآخذ والمعطی فیہ سواء (البخاری واحمد ومسلم واللفظ لہ) لا تبیعوا الذھب بالذھب ولا الورق بالورق الا وزنًا بوزن مثلاً بمثل سواءً بسواء (احمد ومسلم)

چاہیے جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں (بخاری، احمد، مسلم)۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے، سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر وزن میں مساوی ہوں کانٹے کا تول اور برابر سرابر (احمد، مسلم)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبیعوا الذھب بالذھب الا مثلاً بمثل ولا تشفوا بعضھا علی بعض ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلاً بمثل ولا تشفوا بعضھا علی بعض ولا تبیعوا منھا غائبًا بناجز (البخاری ومسلم)

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض نہ بیچو مگر جوں کا توں۔ کوئی کسی کو زیادہ نہ دے۔ اور چاندی کو چاندی کے عوض نہ بیچو مگر جوں کا توں کوئی کسی کو زیادہ نہ دے۔ اور نہ غائب کا تبادلہ حاضر سے کرو۔ (بخاری و مسلم)

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التمر بالتمر والحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والملح بالملح مثلاً بمثل یداً بید فمن زاد او استزاد فقد اربیٰ الا ما اختلفت الوانہ (مسلم)

ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجوروں کا مبادلہ کھجور سے گیہوں کا گیہوں سے جو کا جو سے اور نمک کا نمک سے جوں کا توں اور دست بدست ہونا چاہیے جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا، سوائے اس صورت کے جبکہ ان اشیا کے رنگ مختلف ہوں

عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن شراء التمر بالرطب فقال اینقص الرطب اذا یبس فقال نعم فنھاہ عن ذلک (مالک والترمذی و

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ خشک کھجور کا تر کھجور کے ساتھ مبادلہ کس طریقہ پر کیا جائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تر کھجور سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ سائل نے عرض کیا

ابو داؤد والنسائی وابن ماجه)

ہاں تب آپ نے سرے سے اس مبادلے ہی کو منع فرمادیا

(مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

عن ابی سعید قال کنا نرزق تمر الجمع وهو الخلط من التمر وکنا نبیع صاعین بصاع فقال النبی صلی الله علیه وسلم لا صاعین بصاع ولا درهمین بدرهم (البخاری)

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بالعموم اجرتوں اور تنخواہوں میں مخلوط قسم کی کھجوریں ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع مخلوط کھجوریں دے کر ایک صاع اچھی قسم کی کھجوریں لے لیا کرتے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ دو صاع کا مبادلہ ایک صاع سے کرو اور نہ دو درہم کا ایک درہم سے

عن ابی سعید وابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاءه بتمر جنیب فقال اکل تمر خیبر هکذا قال لا والله یا رسول الله انا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعین والصاعین بالثلاث فقال لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنیبا وقال فی المیزان مثل ذالک (البخاری ومسلم)

ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیلدار مقرر کر کے بھیجا۔ وہ وہاں سے مالگزاری میں عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آیا۔ آں حضرت نے پوچھا کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا "نہیں یا رسول اللہ! ہم جو ملی جلی کھجوریں وصول کرتے ہیں انہیں کبھی ۲ صاع کے بدلے ایک صاع کے حساب سے، کبھی ۳ صاع کے بدلے ۲ صاع کے حساب سے ان اچھی کھجوروں سے بدل لیا کرتے ہیں" یہ سن کر آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو پہلے ان مخلوط کھجوروں کو درہموں کے عوض فروخت کر دو پھر اچھی قسم کی کھجوریں درہموں کے عوض خرید لو یہی بات آپ نے وزن کے حساب سے مبادلہ کرنے کی صورت میں بھی ارشاد فرمائی (بخاری، مسلم)

عن ابی سعید قال جاء بلال الی النبی

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بلال نبی صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بتمر برنی فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم من این هذا قال کان عندنا تمر ردی فبعت منه صاعین بصاع فقال اوّه عین الربا عین الربا لا تفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع آخر ثم اشتریه

(البخاری ومسلم)

عن فضالة بن عبید قال اشتریت قلادة یوم خیبر باثنی عشر دینارا فیها ذهب وخرز ففصلتها فوجدت فیها اکثر من اثنی عشر دینارا فذکرت ذالک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال لا یباع حتی یفصّل (مسلم، نسائی، ابو داؤد، ترمذی)

عن ابی بکرة قال نهی النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الفضة بالفضة والذهب بالذهب الا سواءً بسواءٍ وامرنا ان نشتری الفضة کیف شئنا

(البخاری ومسلم)

علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لے کر آئے (جو کھجور کی ایک بہترین قسم ہوتی ہے)۔ آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لے آئے ؟ انھوں نے عرض کیا ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجوریں تھیں میں نے وہ دو صاع دے کر یہ ایک صاع خرید لی فرمایا ہائیں بالکل سود، قطعی سود، ایسا ہرگز نہ کیا کرو جب تمہیں اچھی کھجوریں خریدنی ہوں تو اپنی کھجوریں درہم یا کسی اور چیز کے عوض بیچ دو پھر اس قیمت سے اچھی کھجوریں خرید لو

فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے جنگ خیبر کے موقع پر ایک سونے کا جڑاؤ ہار ۱۲ دینار میں خریدا پھر جو میں نے اس ہار کو توڑ کر نگ اور سونا الگ الگ کیا تو اس کے اندر ۱۲ دینار سے زیادہ کا سونا نکلا[1]۔ میں نے اسکا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا آئندہ سے کوئی جڑاؤ زیور سونے کے عوض نہ بیچا جائے جب تک کہ نگ اور سونے کو الگ الگ نہ کر دیا جائے (مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

ابوبکرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ چاندی کا چاندی سے اور سونے کا سونے سے مبادلہ نہ کیا جائے مگر برابری کے ساتھ۔ نیز آپ نے فرمایا کہ چاندی کو سونے سے اور سونے کو چاندی سے جس طرح چاہو بدل سکتے ہو (بخاری و مسلم)

[1] یہ خیال رہے کہ اس زمانے میں درہم اور دینار خالص چاندی اور سونے کے ہوتے تھے اور ان کی قیمت ان کی چاندی اور سونے ہی کے وزن کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ لہذا اس زمانے میں دینار کے عوض سونا اور درہم کے عوض چاندی خریدنا بالکل یہی معنی رکھتا تھا کہ آدمی نے سونے کے عوض سونا خریدا اور چاندی کے عوض چاندی حاصل کی۔

احکام بالا کا ماحصل (۱) یہ ظاہر ہے کہ ایک ہی جنس کی دو چیزوں کو بدلنے کی ضرورت صرف اسی صورت میں پیش آتی ہے جب کہ اتحادِ جنس کے باوجود اُن کی نوعیتیں مختلف ہوں۔ مثلاً چاول، گیہوں کی ایک قسم اور دوسری قسم، عمدہ سونا اور گھٹیا سونا، یا معدنی نمک اور سمندری نمک وغیرہ۔ ان مختلف اقسام کی ہم جنس چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بدلنا، اگرچہ بازار کے نرخ ہی کو ملحوظ رکھ کر ہو، بہر حال ان میں کمی بیشی کے ساتھ مبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خواری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے اس لیے شریعت نے قاعدہ مقرر کر دیا کہ ہم جنس اشیا کے مبادلہ کی اگر ضرورت پیش آئے تو لازماً حسبِ ذیل دو شکلوں میں سے ہی کوئی ایک شکل اختیار کرنی ہوگی: ایک یہ کہ ان کے درمیان قدر و قیمت کا جو تھوڑا سا فرق ہو اُسے نظر انداز کر کے برابر سرابر مبادلہ کر لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ چیز کا چیز سے براہِ راست مبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز روپے کے عوض بازار کے بھاؤ بیچ دے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز روپے کے عوض بازار کے بھاؤ خرید لے۔

(۲) جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ قدیم زمانے میں تمام سکّے خالص چاندی سونے کے ہوتے تھے اور ان کی قیمت دراصل ان کی چاندی اور ان کے سونے کی قیمت ہوتی تھی اُس زمانے میں درہم کو درہم سے اور دینار کو دینار سے بدلنے کی ضرورت ایسے مواقع پر پیش آتی تھی جبکہ مثلاً کسی شخص کو عراقی درہم کے عوض رومی درہم درکار ہوتے یا رومی دینار کے بدلے ایرانی دینار کی حاجت ہوتی۔ ایسی ضرورتوں کے موقع پر یہودی ساہوکار اور دوسرے ناجائز نفع کمانے والے لوگ کچھ اسی طرح کا ناجائز منافع وصول کرتے تھے جیسا موجودہ زمانے میں بیرونی سکوں کے مبادلہ پر بٹاون لی جاتی ہے یا اندرونِ ملک میں روپیہ کی ریزگاری مانگنے والوں، یا دس اور پانچ روپے کے نوٹ تڑوانے والوں سے کچھ پیسے یا آنے وصول کر لیے جاتے ہیں۔ یہ چیز بھی چونکہ سود خوارانہ ذہنیت ہی کی طرف لے جانے والی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ نہ تو چاندی کا تبادلہ چاندی سے اور سونے کا تبادلہ سونے سے کمی بیشی کے ساتھ کرنا جائز ہے اور نہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض بیچنا درست ہے۔

(۳) ہم جنس اشیاء کے درمیان مبادلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک چیز خام شکل میں ہو اور دوسرے کے پاس اسی جنس سے بنی ہوئی کوئی شے ہو، اور دونوں آپس میں ان کا مبادلہ کرنا

چاہییں۔ اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ آیا صنعت نے اس شے کی ماہیت بالکل ہی تبدیل کر دی ہے یا اس کے اندر صنعت کے تصرف کے باوجود ابتدائی خام صورت کی بہ نسبت کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوا ہے۔ پہلی صورت میں تو کمی بیشی کے ساتھ مبادلہ ہو سکتا ہے لیکن دوسری صورت میں شریعت کا منشا یہ ہے کہ یا تو سرے سے مبادلہ ہی نہ ہو یا اگر ہو تو برابری کے ساتھ ہو تاکہ زیادہ ستانی کے مرض کو غذا نہ مل سکے۔ مثال کے طور پر ایک تو وہ عظیم الشان تغیرات ہیں جو روئی سے کپڑا اور لوہے سے انجن بننے کی صورت میں رونما ہوتے ہیں اور دوسرے وہ خفیف تغیرات ہیں جو سونے سے ایک چوڑی یا ایک کنگن بنائے جانے کی صورت میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلی صورت میں تو کوئی مضائقہ نہیں اگر ہم زیادہ مقدار میں روئی دے کر کم مقدار میں کپڑا اور بہت سے وزن کا خام لوہا دے کر تھوڑے سے وزن کا ایک انجن خرید لیں۔ لیکن دوسری صورت میں یا تو سونے کے کنگن کا تبادلہ برابر سونے ہی سے کرنا ہوگا[1] یا پھر سونے کو بازار میں بیچ کر اس کی قیمت سے کنگن خریدنے پڑیں گے۔

۴، مختلف اجناس کی چیزوں کا باہم مبادلہ کمی بیشی کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ دست بدست جو لین دین ہوگا وہ تو لامحالہ بازار کے نرخوں ہی پر ہوگا مثلاً جو شخص چاندی دے کر سونا لے گا وہ نقد سودے کی صورت میں سونے کے بالمقابل اتنی ہی چاندی دے گا جتنی اسے بازار کے بھاؤ کے لحاظ سے دینی چاہیے لیکن قرض کی صورت میں کمی بیشی کا معاملہ اس اندیشہ سے خالی نہیں ہو سکتا کہ اس کے اندر سود کا غبار شامل ہو جائے۔ مثال کے طور پر جو شخص آج ۸۰ تولہ چاندی دے کر یہ طے کرتا ہے کہ ایک مہینہ بعد ۸۰ تولہ چاندی کے بجائے ۲ تولہ سونا لے گا۔ اس کے پاس درحقیقت یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک مہینہ بعد ۴۰ تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے برابر ہوگی۔ لہٰذا اس نے چاندی

---

[1] یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اس طرح تو پھر سنار کا سارا کاروبار بند ہو جائے گا کیونکہ اسے سونے کی بنی ہوئی چیزیں ہم وزن سونے کے عوض فروخت کرنی ہوں گی اور وہ اپنی صنعت کی کوئی اجرت نہ لے سکے گا۔ یہ شبہ اس لیے غلط ہے کہ سنار سے دراصل ہم مبادلہ کا معاملہ نہیں کرتے ہیں نہ خرید و فروخت، بلکہ ہم سنار سے اپنے سونے کی کوئی چیز بنواتے ہیں لہٰذا وہ اسی طرح اپنی اجرت لینے کا حق دار ہے جس طرح ایک درزی یا ایک نانبائی۔ البتہ اگر ہم کسی زیور فروش سے بنا بنایا ہوا کوئی زیور خریدیں تو لامحالہ اسے قیمت میں زیادہ سونا دینا جائز نہ ہوگا بلکہ ہمیں لازماً اسے چاندی یا کاغذ کے سکے ہی بطور قیمت دینے ہوں گے۔

اور سونے کے درمیان مبادلے کی اس نسبت کا جو پیشگی تعین کر لیا یہ بہرحال ایک طرح کی سود خوارانہ اور قمار بازانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے، اور قرض لینے والے نے جو اسے قبول کیا تو اس نے بھی گویا جوا کھیلا کہ شاید ایک مہینہ بعد سونے اور چاندی کی باہمی نسبت ۴۰ = ۱ کے بجائے ۳۵ = ۱ ہو۔ اسی بنا پر شارع نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ مختلف اجناس کا مبادلہ کمی بیشی کے ساتھ کرنا ہو تو وہ صرف دست بدست ہی ہو سکتا ہے۔ رہا قرض تو وہ لازماً دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر ہونا چاہیئے۔ یا تو جو چیز جتنی مقدار میں قرض دی گئی ہے وہی چیز اسی مقدار میں واپس قبول کی جائے یا پھر معاملہ اجناس اور اشیا کی شکل میں طے کرنے کے بجائے روپے کی شکل میں طے کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ آج زید نے بکر سے ۵۰ روپے یا ۱۰۰ روپے کے گیہوں قرض لئے اور ایک مہینہ بعد وہ بکر کو ۵۰ روپے یا ۱۰۰ روپے کے جو واپس دے گا۔ اس قانون کو ابو داؤد کی اس روایت میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

ولا بأس ببيع الذهب بالفضة والفضة أكثرهما يداً بيد وأما النسيئة فلا، ولا بأس ببيع البر بالشعير والشعير أكثرهما يداً بيد وأما النسيئة فلا

اور کوئی مضائقہ نہیں اگر سونے کو چاندی کے عوض بیچا جائے اور چاندی زیادہ ہو بشرطیکہ معاملہ دست بدست ہو جائے۔ رہا قرض تو وہ جائز نہیں ہے، اور کوئی مضائقہ نہیں اگر گیہوں کو جو کے عوض بیچا جائے

حضرت عمرؓ کا قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکام مجمل ہیں اور معاملات کی تمام جزئی صورتوں کی ان میں تصریح نہیں ہے۔ اس لئے بہت سے جزئیات ایسے پائے جاتے ہیں جن میں شک کیا جا سکتا ہے کہ آیا وہ ربٰو کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں۔ یہی بات ہے جس کی طرف حضرت عمرؓ نے ارشاد کیا ہے کہ :-

ان آية الربا من آخر ما نزل من القرآن وان النبي صلعم قبض قبل ان يبينه لنا فدعوا الربا والريبة

آیت ربٰو قرآن کی ان آیات میں سے ہے جو آخر زمانہ میں نازل ہوئی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا قبل اس کے کہ آپ ہمارے لئے اس کا مفہوم پوری طرح واضح فرماتے لہٰذا تم اس چیز کو بھی چھوڑ دو جو یقیناً سود ہے، اور اس چیز کو بھی جس میں سود کا شبہ ہو۔

فقہا کے اختلافات احکام کا یہ اجمال ہی ان اختلافات کا مبنیٰ ہے جو سودی اجناس کے تعین، اور ان میں تحریم کی علت، اور حکم تحریم کے اجراء میں فقہائے امت کے درمیان ہوئے ہیں۔

ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ربٰو صرف ان چھ اجناس میں ہے جن کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے یعنی سونا، چاندی، گیہوں، جو، خرما، اور نمک، ان کے سوا دوسری تمام چیزوں میں تفاضل کے ساتھ بلاکسی قید کے لین دین ہوسکتا ہے۔ یہ مذہب قتادہ، اور طاؤس اور عثمان البتی، اور ابن عقیل حنبلی اور ظاہریہ کا ہے

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حکم تمام ان چیزوں میں جاری ہوگا جن کا لین دین وزن اور پیمانہ کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ یہ عمار اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، اور ایک روایت کی رو سے امام احمد ابن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حکم سونے چاندی اور کھانے کی ان چیزوں کے لئے ہے جن کا لین دین پیمانہ اور وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے یہ سعید بن المسیّب کا مذہب ہے اور ایک ایک روایت اس باب میں امام شافعی اور امام احمد سے بھی منقول ہے۔

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ یہ حکم مخصوص ہے ان چیزوں کے ساتھ جو قوت کے کام آتی ہیں اور ذخیرہ کرکے رکھی جاتی ہیں یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

درہم و دینار کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان میں علت تحریم ان کا وزن ہے۔ اور شافعی و مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی رائے یہ ہے کہ قیمت اس کی علت ہے۔

مذاہب کے اس اختلاف سے جزئی معاملات میں حکم تحریم کا اجراء بھی مختلف ہوگیا ہے۔ ایک چیز ایک مذہب میں سرے سے سودی جنس ہی نہیں ہے اور دوسرے مذہب میں اس کا شمار سودی اجناس میں ہوتا ہے ایک مذہب کے نزدیک ایک شئے میں علت تحریم کچھ ہے اور دوسرے مذہب کے نزدیک کچھ اور۔ اس لئے بعض معاملات ایک مذہب کے لحاظ سے سود کی زد میں آجاتے ہیں اور دوسرے مذہب کے لحاظ سے نہیں آتے لیکن یہ تمام اختلافات ان امور میں نہیں ہیں جو کتاب سنت کے صریح احکام کی رو سے "ربٰو" کے حکم میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق صرف شبہات سے ہے اور ایسے امور سے ہے جو حلال وحرام کی درمیانی سرحد پر واقع ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان اختلافی مسائل کو حجت بناکر ان معاملات میں شریعت کے احکام کو مشتبہ ٹھیرانے کی کوشش کرے جن کے سود ہونے پر نصوص صریحہ وارد ہوچکی ہیں اور اس طریق استدلال سے رخصتوں اور حیلوں کا دروازہ کھولے اور پھر ان دروازوں سے بھی گذر کر امت کو سرمایہ داری کے راستوں پر چلنے کی ترغیب دے تو وہ خواہ اپنی جگہ نیک نیت اور خیرخواہ ہی کیوں نہ ہو حقیقت میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہوں نے کتاب و سنت کو چھوڑ کر ظن و تخمین کی پیروی کی خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا